باب۔21

محبت

☆ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۔

ترجمہ: **اور وہ جو ایمان دار ہیں، اللہ سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔**(سورۃ البقرہ: آیت 165 کا حصّہ)

محبت کیا ہے ؟۔۔۔ محبت جذبۂ دل ہے، طبیعت کی ایک طلب ہے۔ یہی طلب ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے تو عشق کہلاتی ہے۔ محبت تمام عالم پر کارفرما ہے۔ مختلف مقام میں اس کے مختلف نام ہوتے ہیں۔ ذرّاتِ عالم میں کششِ اتصال (conjunctional attraction) ہے۔ کرّاتِ عالم میں تجاذب (absorption) ہے۔ زمین و زمینیات میں کششِ ثقل (gravitational attraction) ہے۔ حیوانات میں الفت و نفرت ہے۔ انسان میں محبت ہے، عشق ہے۔ اس کی تحریک اصل میں فوق العرش میں ہوئی ہے۔

محبت میں کبھی اس کی منشا، لذت ہوتی ہے۔ ایسے میں وہ آتی بھی جلد ہے اور جاتی بھی جلد۔ کبھی اس کی منشا، نفع کا حصول ہوتا ہے تو ایسی محبت آتی دیر سے اور جاتی جلد ہے۔ کبھی منشائے محبت، خیر ہوتا ہے۔ ایسی محبت آتی جلد اور جاتی دیر سے ہے۔ کبھی یہ محبت فطری ہوتی ہے۔ جیسے ماں باپ کی اولاد سے۔ احسان سے بھی محبت ہے۔ شریف آدمی محسن سے محبت کرتا ہے۔ کبھی طبیعتوں کی موافقت بھی محبت پیدا کرتی ہے۔ وہ یہ نہیں بتلا سکتا کہ یہ محبت آئی کیسے۔ دیکھنے، سننے، صحبت میں رہنے سے کچھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

محبت کو شراب سے بڑی مشابہت ہے۔ عقل خراب، حواس غائب، نہ عزت کا خیال نہ آبرو کا لحاظ۔

تم نے کیا سوچ کر محبت کی
دیکھو آگے ہیں مشکلات بہت

مگر کس خانہ خراب نے سوچ کر محبت کی۔۔۔؟ بس کسی نے اپنا جلوہ دکھایا، غریب گھائل ہو گیا۔ واپس جانا چاہتا ہے لیکن محبت کا پنجۂ آہنی کسی کو کب چھوڑتا ہے۔ تڑپتا ہے، پھڑکتا ہے، کوئی اس پر رحم نہیں کرتا۔ جان جائے گی تو ہی یہ عذاب جائے گا۔ حضرتِ عشق بڑے ہی غیور ہیں۔ شرکت پسند نہیں کرتے۔ اَنَا لَا غَیرِیْ کا دعویٰ ہے۔ خود کو وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ سمجھتے ہیں۔

Siddiqui Publications

صوفیہ کے پاس آدم کی خلقت کی وجہ، محبت ہے۔ محبت ہی بارِ امانت ہے۔ محبت ہی اس کی اس خلافت کا باعث ہے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیان

کوئی کسی چیز یا کسی شخص کو دیکھتا ہے تو اسمائے الٰہیہ ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن عینِ ثابتہ یعنی معلوماتِ الٰہی کی استعداد کے موافق۔ تجلیٔ الٰہی کی جھلک ہر شئے سے ظاہر ہوتی ہے۔ مگر چشمِ بینا یا دیکھنے والی آنکھ کی ضرورت ہے۔ بعض، جو ظاہر ہے اس کو نہیں دیکھتے، اس کی محدودیت کو دیکھتے ہیں۔ سیاہی سے غرض نہیں، حروف کے شیدا ہیں۔ بعض کو کبھی کبھی کسی خوبصورت شئے میں حسنِ ازلی کی جھلک نظر آجاتی ہے۔ بعض کو ہمیشہ مگر صورتِ خاص واسطہ پڑتی ہے۔ بعض صورت سے گذر کر معانی تک رسائی حاصل کرتے ہیں تو بعض کے پاس ہے:

گم شدن در گم شدن دینِ من است
نیستی در ہست، آئینِ من است
(کھو جانا اور بس کھو جانا ہی میرا دین ہے۔ خود کو مٹا کر اسے پالینا ہی میرا ایمان ہے)

محبت محورِ زندگی ہے۔ دنیا اسی پر چلتی ہے۔ خواہ غرضی محبت ہو، خواہ طبعی۔ سب کی اصل یہی محبت ہے۔ عشق و محبت سے نکلنے والے آبشار کے پانی کا ایک گھونٹ بھی، پینے والے کو مست و الست کر دیتا ہے۔ جو اس کا پانی پیتے ہیں، ان میں سے بعض عاشق کہلاتے ہیں۔ اور بعض معشوق۔ کچھ محب ہوتے ہیں اور کچھ محبوب۔ کوئی چاہتا ہے اور کوئی چاہا جاتا ہے۔ یُحِبُّوْنَهٗ وَ یُحِبُّوْنَهُمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ محبِ خدا محبوبِ خدا ہوتا ہے۔ اور محبوبِ خدا، محبِ خدا بھی۔ مگر دونوں میں امتیاز صرف یہ ہوتا ہے کہ جو چیخا چلایا وہ عاشق کہلایا۔ اور جس نے ضبط کیا، صبر و سکون سے بیٹھا وہ معشوق۔

{حوالہ تفسیر صدیقی۔ پارہ 2 صفحہ 22 تا 24 اور پارہ 30 صفحہ 138}